مرثیہ

در شان حضرت ابو الفضل العباس علیہ السّلام (بند۷۹)

ابوالبراءعلامہ سید ظفر مہدی نقوی گہر جائسی، مترجم نہج البلاغہ ومدیر ماہنامہ "سہیل یمن" لکھنؤ

(۱)

ملکِ وفا کا حکمراں کونین میں عباسؑ ہے
پہلو میں ہے قلبِ اسد اور قلب میں احساس ہے
گو پھول امامت کا نہیں لیکن وہی بو باس ہے
ماں ہے اگر اُم البنین تو باپ خیر الناس ہے
دامانِ عصمت میں پلا اس کا شرف معلوم ہے
ہے معتمد شبیرؑ کا تکیہ گہ معصوم ہے

(۲)

افسانۂ جاں باز سے کون و مکاں معمور ہے
قصہ جری کی جنگ کا راہِ غلو سے دور ہے
ہے تابعِ فرمانِ شہ جو حکمِ دیں منظور ہے
اس کی وغا معروف ہے اس کی وفا مشہور ہے
فرزندِ شاہِ لا فتیٰ اور بازوے شبیرؑ ہے
تفسیرِ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ اس شیر کی شمشیر ہے

(۳)

ماہِ بنی ہاشم تھا وہ پُرنور تھی اس کی جبیں
بارِ وفا بالائے سر ملکِ وفا زیرِ نگیں
بندِ قبا کھولے ہوئے کہنی تک الٹے آستیں
دل میں وغا کا حوصلہ، ابرو پہ بل، ماتھے پہ چیں
پھرتا تھا غازی ہر طرف شہؑ کی حفاظت کے لئے
پروانۂ جانباز تھا شمعِ امامت کے لئے

(۴)

چھٹکے ستاروں کی طرح دُرِ ثمینِ کربلا
تھی روکشِ باغِ جنان سطحِ حسینِ کربلا
جلووں سے ان کے جگمگا اٹھی زمینِ کربلا
پھیلی ضیائے کربلا چمکی جبینِ کربلا
پرتو سے عالم نور کا اس دشت میں تا دور تھا
دنیا منور ہو گئی صحنِ جہاں پُر نور تھا

(۵)

حکمِ شہؑ والا ملا مجبور غازی ہو گیا
بحرِ الم تھا جوش زن خیمہ جو دریا سے اُٹھا
مچلے ہوئے تھے حوصلے بل کھاتی تھی زلفِ دوتا
کہتی تھی ماتھے کی شکن برہم ہے ابنِ مرتضیٰؑ
تھا حکمِ محکم شاہ کا مجبور بن کر رہ گیا
دل میں مگر یہ زخمِ غم ناسور بن کر رہ گیا

(۶)

مہماں بلا کر بن گئے ایذا رساں اہلِ دغا
تھا صیدِ رنج و درد و غم اترا تھا جب سے قافلہ
تھی سرزمینِ کربلا آئینۂ کرب و بلا
عباسؑ کا تلوار کے قبضہ پہ ہر دم ہاتھ تھا
گردِ خیام شہؑ پھرے پروانۂ سرور رہے
جب سے یہاں آئے قدم بگڑے ہوئے تیور رہے

(۷)

شب بھر جری جاگا کیا دنیا جو محوِ خواب تھی
راحت بھی پانی کی طرح اس دشت میں نایاب تھی
غم سے مجاہد کے لئے چشمِ وفا پُر آب تھی
تیغِ دو پیکر میان میں اک ماہیِ بیتاب تھی
خواہش یہ تھی لیجے رضا شبیرؑ سے گر بن پڑے
کہتے تھے دلکے ولولے صارم کھنچے اب رن پڑے

(۸)

فدیہ تھا وہ شبیرؑ کا اک عاشقِ جانباز تھا
اس کی وفاؤں پر حسینؑ ابنِ علیؑ کو ناز تھا
باطل سے منہ پھیرے ہوئے اور حق کا ہم آواز تھا
سیّاف تھا کرار تھا صفدر تھا صف انداز تھا
واقف رموزِ جنگ سے ماہر فنونِ حرب سے
اب تک بپا ہے زلزلہ دنیا میں اس کی ضرب سے

(۹)

اخلاق میں مثلِ نبیؐ صولت میں حیدرؑ کی طرح
حمزہؑ کا سارا دبدبہ جرأت میں جعفرؑ کی طرح
جاں بیچی بھائی کے لئے نفسِ پیمبرؐ کی طرح
دشمن بڑھا جب سوئے شہؑ، جھپٹا غضنفر کی طرح
ڈالے نظر شبیرؑ پر کس میں بھلا یہ تاب تھی
دنیا میں اس کے جیتے جی ایذائے سرورؑ خواب تھی

(۱۰)

ہر ہر نفس اس دہر میں اس کا وفا کردار تھا
اوصاف میں مثلِ حسنؑ خوش خلق و خوش گفتار تھا
وہ جعفرؑ طیار تھا وہ حیدرِؑ کرار تھا
چھوٹے سے لشکر کے لئے شہؑ کا علمبردار تھا
تیغِ دو پیکر ہاتھ میں بارِ حمایت دوش پر
نکلا جو خیمہ سے جری رکھے تھا رایت دوش پر

(۱۱)

عاشور کو رازِ وفا آخر پئے عالم کھلا
زلفِ لوائے شاہ کا نالوں سے پیچ وخم کھلا
خیمہ میں بہرِ شاہؑ دیں اک اور بابِ غم کھلا
زینبؑ بڑھیں، پردہ اُٹھا، نکلا علم، پرچم کھلا
شورِ فغاں جانے لگا خیمہ سے چرخِ پیر تک
اس رنج کا پہنچا اثر صبرِ دلِ شبیرؑ تک

(۱۲)

دامانِ فردوسِ بریں دامانِ صحرا بن گیا
غازی کے ہاتھوں میں علم تصویرِ طوبیٰ بن گیا
بہرِ عباداتِ ملک پرچم مصلّیٰ بن گیا
لہریں پھر ہرے نے جو لیں لہرا کے دریا بن گیا
نکلا تھا حیدرؑ کا پسر رایت کو لے کر دوش پر
بحرِ عطش تھا جوش میں بہتا تھا کوثر دوش پر

(۱۳)

پنجہ تھا اس کا ضو فشاں یا پنجۂ خورشید تھا
جھک کر نظر کرتا رہا گردوں کہ شوقِ دید تھا
وہ اوج میں برجیس تھا وہ نور میں ناہید تھا
بالی سکینہؑ کے لئے اک پرتوِ امید تھا
برقِ تجلّی دھوپ میں پنجہ کی طلعت بن گئی
مشکِ سکینہؑ یوں بندھی تعویذِ الفت بن گئی

(۱۴)

فتح و ظفر کا خود بخود پیدا اشارا ہو گیا
کھل کر نشانِ فوجِ دیں ساحل کا نقشا ہو گیا
کچھ یوں ہواؤں سے اُڑا دریا پھریرا ہو گیا
پنجہ نے ظاہر کر دیا دریا پہ قبضہ ہو گیا
لے آئے گا پانی جری غرقِ یقیں ہر ایک تھا
مشک سکینہؑ کے لئے رایت شگونِ نیک تھا

(۱۵)

نکلا مجاہد شان سے گردوں لرز کر رہ گیا
جوڑے ہوئے دستِ ادب غازی قریبِ شہؑ گیا
بھائی جو بھائی سے ملا اشکوں کا دریا بہہ گیا
نا قابلِ برداشت غم قلبِ شہِؑ دیں سہ گیا
کچھ اس طرح سے عرض کی رن کی اجازت مل گئی
چہرہ پہ جھلکا رنگِ خوں مرنے کی رخصت مل گئی

(۱۶)

الٹے قدم پلٹا جری طے کر کے راہِ مُلتَمس
دیکھا سواری کے لئے ڈیوڑھی پہ حاضر ہے فرس
مچلے ہوئے رہوار کو دشوار تھا اک اک نفس
گردن پہ تھپکی دے کے غازی نے کہا گھوڑے سے بس
چومے رکابوں نے قدم فرزندِ خیبر گیر کے
میدان سارا گونج اٹھا نعرے ہوئے تکبیر کے

(۱۷)

چڑھ کر فرس پر باگ لی مثلِ ہوا توسن چلا
نکلا شجاعوں کی طرح گھوڑا جری کا منچلا
بارِ وفا تھا پشت پر تو ناز سے بن بن چلا
نقشِ قدم کے ساتھ ساتھ اگتا ہوا گلشن چلا
دامانِ دشت اک باغ تھا جس میں سراسر گل کھلے
میداں میں اس کی چال سے ہر ہر قدم پر گل کھلے

(۱۸)

ماتم کی آواز آتی تھی جب اُٹھ کے پڑتے تھے قدم
جلوہ فگن تھے نعلِ سم دشتِ ستم میں دم بدم
رفتارِ گردوں کی طرح شیروں کا دم آہو کا رم
پہنچا قریبِ فوج کیں غازی تو دی آواز ''تھم''
حکمِ مجاہد پاتے ہی رہوار رن میں تھم گیا
خط کی طرح کھنچتا رہا نقطہ کی صورت جم گیا

(۱۹)

غازی نے ڈالی اک نظر لشکر پہ پہلے سرسری
ہٹنے لگیں پیچھے صفیں پیدا ہوئی اک ابتری
ہیبت فضا پر چھا گئی کانپا سپہرِ اخضری
مریخ ساکن ہو گیا چال اپنی بھولا مشتری
قائم رہے اس غیظ میں نظمِ فلک دشوار تھا
حیرت سے ثابت بن گیا گردوں پہ جو سیّار تھا

(۲۰)

عالم نہ بھولے گا کبھی غیظ و غضب کی وہ نظر
ہاتھوں سے فوجِ شام کے تیغیں گریں چھوٹی سپر
دنیا الٹ کر رہ گئی عباسؑ نے دیکھا جدھر
سینوں میں مارے خوف کے شق ہو گئے قلب و جگر
کچھ خوف سے چھپنے لگے کچھ ڈر کے پیچھے ہٹ گئے
اللہ ری ہیبت شیر کی کتنے کلیجے پھٹ گئے

(۲۱)

پھر یوں رجز پڑھنے لگا بازوئے شاہِؑ تشنہ لب
میرا گھرانا پیشِ حق، کونین میں ہے منتخب
جد ہے ابوطالبؑ مرا اور باپ ہے میرِ عرب
عباسؑ میرا نام ہے بوالفضل ہے میرا لقب
اب تک نہ کیوں قرباں ہوا شبیرؑ پر نادم ہوں میں
خورشیدِ عبدالمطلبؑ ماہِ بنی ہاشم ہوں میں

(۲۲)

اپنے ہی گھر کا نور ہے ضو بار تھا جو ہر طرف
جس نے کلیم اللہ کو آواز دی تھی لَاتَخَفْ
سارے جہاں پر ہے عیاں میرے گھرانے کا شرف
بھائی ہے میرا شاہؑ دیں میں ہوں بنِ شاہِ نجف
شہؑ کی غلامی کے سبب دنیا میں با اقبال ہوں
حیدرؑ کا نور العین ہوں اُمُّ البنینؑ کا لال ہوں

(۲۳)

آئینۂ فضل وہمم اپنا نہیں ہے پُرغبار
چمکی اُحد میں بدر میں بابا کی تیغِ آب دار
تعویذِ بازوئے شرف، قرآنِ مدح وافتخار
ہےلَافَتیٰ اِلَّا عَلِی لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارْ
ہم نے لگائے چار چاند اوجِ سپہرِ دین میں
چمکی یہی تیغِ دو دم احزاب میں، صفین میں

(۲۴)

جھیلی اسی تلوار نے ذاتِ سلاسل کی کڑی
آڑے یہی آئی اگر اسلام پر مشکل پڑی
دیں کی مدد کرتی رہی ہر لحظہ، ہر دم، ہر گھڑی
جب وقتِ صلح آیا رکی، جب وقت جنگ آیا لڑی
ہیں خیبری جانے ہوئے جبرئیل پہچانے ہوئے
لوہا مری تلوار کا کونین ہے مانے ہوئے

(۲۵)

اتری جو اوجِ چرخ سے ہاں یہ وہی صمصام ہے
کاٹ اسکی سرانداز ہے پیاس اسکی خوں آشام ہے
اس کی زبانِ تیز پر پیغامِ موت انجام ہے
ابھرے جو سر سے صبح ہے ڈوبے جو تن میں شام ہے
مارا ہوا اس تیغ کا عقبیٰ میں ناامید ہے
گردش میں ہے یہ آسماں پرتو میں یہ خورشید ہے

(۲۶)

تاب اسکی برق انداز ہے آب اسکی آتش بار ہے
بنتی ہے سد کرتی ہے کد ہوتا ہے رد جو وار ہے
دم موت کا دم ساز ہے خم راستی ہنجار ہے
یعنی سپر کی ہے سپر تلوار کی تلوار ہے
روزِ وغا میں جان پر یہ خوں سے ہے کھیلے ہوئے
جنگ حنین وخندق و بدر و احد جھیلے ہوئے

(۲۷)

سر بار ہے سر تیز ہے خونبار ہے خونریز ہے
دریائے بے ساحل ہے یہ بحرِ بلا انگیز ہے
چال اس کی محشر آفریں باڑھ اس کی طوفاں خیز ہے
ابلی جہاں یہ میان سے پھر اس کا دھارا تیز ہے
میان اسکی خاطر غرب ہے میداں وغا کا شرق ہے
کشتی حیاتِ ظلم کی پانی میں اس کے غرق ہے

(۲۸)

جی لو فضائے دہر میں شمشیر ابھی ہے میان میں
جب کھنچ گئی تو پھر عدم ہے عالمِ امکان میں
اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ حکم ہے اللہ کا قرآن میں
مضبوط ہے عہدِ وفا ہے جان جب تک جان میں
باغِ جناں ہے سامنے مرنے کا کوئی غم نہیں
آج اس بساطِ دہر پر یا تم نہیں یا ہم نہیں

(۲۹)

درباں مری ڈیوڑھی کے ہیں عز و وقار و مرتبت
نورِ رسالت کی ہوئی دادا کے گھر میں تربیت
آگاہ ہے کون و مکاں واقف ہے اس سے شش جہت
ایذا نبیؐ کو دیں بھلا کفار میں کب تھی سکت
تھی عمرِ جدِّ پاک وقف امدادِ مرسلؐ کے لئے
بعد انکے میرے باپ نے سارے یہ عہدے لے لئے

(۳۰)

بچپن ہی سے باندھی کمر مرسل کی خدمت کے لئے
حاجت نہیں برہان کی ان کی محبت کے لئے
حق نے چنا اس ذات کو اپنی حفاظت کے لئے
پہلے بڑھائے کس نے ہاتھ ایماں کی بیعت کے لئے
بیعت عشیرہ کی ہو وہ یا بیعتِ رضوان ہو
تھا ان میں کون آگے کہو گر قائلِ قرآن ہو

(۳۱)

عطرِ عبائے مصطفیٰ کس کا پسینہ بن گیا
بہرِ نجاتِ خلق کون آخر سفینہ بن گیا
ہاں مخزنِ اسرارِ حق یہ کس کا سینہ بن گیا
دوشِ نبیؐ کس کے لئے کعبہ میں زینہ بن گیا
تھا کون اس دن بت شکن نفسِ پیمبرؐ کے سوا
تھا نصرتِ دیں کے لئے کوئی بھی حیدرؑ کے سوا

(۳۲)

ہجرت کی شب فرشِ نبیؐ بابا کے زیرِ پا رہا
تیغوں میں بے خوف وخطر شب بھر جری سوتا رہا
جبریل و میکائیل کا ان کے لئے پہرا رہا
نفسِ نبیؐ پر احمد مرسلؐ ہی کا دھوکا رہا
جاں مول لی اللہ نے اس سے جہاں آگاہ ہے
کل تک تھا جو نفسِ نبیؐ وہ آج نفسُ اللہ ہے

(۳۳)

اک فضل ہوتو کہہ بھی دوں اس کے تو ہیں لاکھوں شرف
پروانۂ مرسل رہا صارم بدست و سر بکف
جب تیغ لی گرنے لگی ہر معرکہ میں صف پہ صف
کشتوں کے پشتے لگ گئے میداں میں ہر سو ہر طرف
جسمِ پیمبرؐ تک کوئی تلوار بھی جانے نہ دی
بھڑکے جو شعلے جنگ کے مرسل پہ آنچ آنے نہ دی

(۳۴)

کس سے ہے یہ جنگ وجدل سوچو تو کچھ اے اہل کیں
لڑتے ہو جس سے بے سبب ہے یہ شہؑ دنیا و دیں
قبضہ میں ہے اس کے فلک اس کے تصرف میں زمیں
نورِ نگاہِ مصطفیٰؐ فرزندِ ختم المرسلینؐ
ہر لحظہ وا اس کے لئے رہتا تھا آغوشِ نبیؐ
بیٹھا ہے اب جو خاک پر ہے راکبِ دوشِ نبیؐ

(۳۵)

کیوں بند ہے آبِ رواں کھلتا نہیں اس کا سبب
بچے ہیں مارے پیاس کے خیمہ کے در پر جاں بلب
مہمان پیاسا ہے مگر سیراب ہو تم سب کے سب
پانی مجھے لے جانے دو بہرِ شہنشاہِؑ عرب
شہؑ کا علمبردار ہوں عبدِ شہؑ والا بھی ہوں
مشکِ سکینہ ساتھ ہے، پیاسی کا میں سقا بھی ہوں

(۳۶)

بحرِ رجز کے بڑھتے ہی تیغیں کھنچیں ناوک چلے
سب بے اثر ثابت ہوا یہ طرزِ فوجِ کیں کھلے
غم سے اندھیرا آ گیا غازی کے آنکھوں کے تلے
قبضہ پہ ڈالا ہاتھ تو کھنچ آئے دل کے ولولے
شمشیر ڈورا کھول کر آخر نکالی میان سے
نکلی مثالِ صاعقہ تیغِ ہلالی میان سے

(۳۷)

چمکی چلی اُٹھّی گری ہر صف الٹ کر رہ گئی
لشکر وہ بے سر ہو گیا یہ فوج کٹ کر رہ گئی
امیدِ قلبِ فوجِ کیں بڑھتے ہی گھٹ کر رہ گئی
کاوے میں اسپِ تیز کے دنیا سمٹ کر رہ گئی
گھیرے میں عالم آ گیا دورِ زمانی کی طرح
تلوار تھی موج اور فرس بہتا تھا پانی کی طرح

(۳۸)

مفتاحِ عدل و داد تھی فتح وظفر کا باب تھی
چشمِ ستم کے واسطے اس کی چمک اک خواب تھی
پیاسی تھی خونِ ظلم کی دل کی طرح بیتاب تھی
گردش میں اک گرداب تھی چلنے میں موجِ آب تھی
گیتی جھجھک کر تھم گئی گردوں بھی ساکن ہو گیا
چمکی تو اہلِ شام کی آنکھیں کھلیں دن ہو گیا

(۳۹)

جوہر اثر کے بھر دیئے عباسؑ نے تلوار میں
گرتے تھے تن ہر وار سے اُڑتے تھے سر ہر وار میں
چلتی تھی یوں تیغ جری اس لشکرِ کفار میں
جیسے سفینہ ہو رواں طوفان کے منجھدھار میں
سیاف کی شمشیر سے دم بھر میں کیا سے کیا ہوا
ٹوٹے پرے، اُلٹیں صفیں، لشکر تہ و بالا ہوا

(۴۰)

پیدا تھی مارے خوف کے مہرِ فلک میں تھرتھری
سیاف، صفدر، صف شکن، غازی، دلیر، اشجع، جری
دکھلا رہا تھا دشت میں شیرِ خدا کی بگدھری
برجِ اسد کو چھو لیا جب جست گھوڑے نے بھری
اسپ سریع السیر تھا یا گنبدِ دوار تھا
تارِ نگاہِ شوق تھا یا شیر کا رہوار تھا

(۴۱)

در کھل گئے تھے چرخ کے تھے محوِ نظارہ ملک
چھائے تھے بادل شام کے دشتِ وغا میں دور تک
منظر نمائے ابر تھی تیغِ مجاہد کی چمک
چلنے میں کوندے کی لپک گرنے میں بجلی کی کڑک
شمشیرِ صفدر برق تھی نعرہ جری کا رعد تھا
روپوش مارے خوف کے خیمہ میں ابنِ سعد تھا

(۴۲)

نعروں سے اس ساونت کے دشتِ وغا گونجا کیا
مدت تلک شمشیر سے میداں میں خوں برسا کیا
جوشِ شجاعت میں جری رہوار پر جھوما کیا
تلوار کی جھنکار سے تا دیر رن بولا کیا
بھاگے جو بچ کر اہلِ کیں میدان سارا صاف تھا
لاشیں پڑیں تھیں ہر طرف دریا کا رستہ صاف تھا

(۴۳)

حملوں سے اس سیاف کے دشتِ ستم ہل ہل گیا
سیلابِ خوں بہتا ہوا مقتل سے تا ساحل گیا
مجمع چھٹا فوجیں ہٹیں دریا کا رستہ مل گیا
غازی نے دیکھی نہر جب تو غنچۂ دل کھل گیا
دریا سے پہرا اُٹھ گیا گھوڑے کو ڈالا نہر میں
سوکھے ہوئے لبؑ شاہ کے یاد آ گئے ہر لہر میں

(۴۴)

ہر سمت ہر سوٗ ہر طرف اک خوف تھا چھایا ہوا
ڈر سے کلیجہ منھ تلک کفار کا آیا ہوا
چہرہ جری کا دھوپ کی شدت سے سونلایا ہوا
تلوار جھلائی ہوئی رہوار گرمایا ہوا
بیٹھے ہوئے دل کی طرح گرداب بھی بیتاب تھا
پیاسے کی ہیبت دیکھنا دریا کا زُہرہ آب تھا

(۴۵)

دشتِ ستم خالی ہوا کفار سے اک آن میں
بھاگے ستم گر چار سو سناٹا تھا میدان میں
ان سے کوئی جم کر لڑے تھا کس کے یہ امکان میں
تلوار دھو کر نہر سے غازی نے رکھ لی میان میں
امواج نے چومے قدم پانی صحابی ہو گیا
دامانِ دریا دور تک خوں سے گلابی ہو گیا

(۴۶)

ٹھنڈی ہوا آنے لگی بندِ قبا کو وا کیا
بحرِ غمِ شبیرؑ میں غازی کا دل ڈوبا کیا
یاد آ گئی بچوں کی پیاس ابنِ علی رویا کیا
پیاسا مجاہد دیر تک اس نہر کو دیکھا کیا
پشتِ فرس سے پھر جھکے اور آب دریا سے لیا
مشکیزہ جس دم بھر چکے چلو میں پانی لے لیا

(۴۷)

چلو بڑھایا لب تلک عباسؑ نے چاہا پیوں
تڑپا دلِ دردآشنا آنکھوں سے ٹپکے اشکِ خوں
آئی صدائے العطش بڑھنے لگا سوزِ دروں
خوں بار چشمِ تر ہوئی بیتاب قلبِ بے سکوں
چھوڑا نہ اس قدرت پہ بھی دامن وفا کا ہاتھ سے
یاد آ گئی شہؑ کی عطش پانی کو پھینکا ہاتھ سے

(۴۸)

چلو سے پانی پھینک کر گھوڑے سے بولا وہ جری
پیاسا ہے تو اے باوفا حاضر ہے آبِ نہر پی
سنتے ہی یہ رہوار نے اونچی کی اپنی تھوتھنی
غازی کا چہرہ دیکھ کر اک سیل اشکوں کی چلی
مطلب یہ تھا رہوار کا کیونکر بآسانی پیوں
پیاسا تو ہے راکب مرا میں کس طرح پانی پیوں

(۴۹)

"شاباش" کہہ کر کھینچی باگ اور نہر سے گھوڑا چلا
لپٹا ہوا پائے فرس سے دامنِ دریا چلا
خوش ہو کے مشکیزہ لئے اطفال کا سقا چلا
سوئے خیامِ شاہؑ دیں شبیرؑ کا شیدا چلا
رایت سپاہِ شاہ کا کاندھے پہ پھر اونچا ہوا
پنجہ چمک کر دھوپ میں مہرِ جہاں آرا ہوا

(۵۰)

چھوڑا ترائی کا افق مانندِ مہرِ آسماں
نکلا تو دیکھا ہر طرف میداں میں ہے فوجِ گراں
مہمیز کر کے اسپ کو غازی نے دی آواز "ہاں"
برقِ جہندہ بن گیا رن میں سمندِ خوش عناں
پا کر اشارے باگ کے چلنے لگا تھمنے لگا
مانندِ قطب وآفتاب اُڑنے لگا جمنے لگا

(۵۱)

نکلا ترائی سے اسد پیاسا ہی بے پانی پیئے
گھوڑا بڑھایا شیر نے خیمہ کے در کا رخ کیئے
اپنی وفاؤں سے سبق غازی نے عالم کو دیئے
مانندِ شاہِ لافتیٰ تھا ہاتھ میں رایت لیئے
اڈی سپاہِ اہلِ کیں نرغہ ہوا کفار کا
آخر کو دم گھٹنے لگا پھر میان میں تلوار کا

(۵۲)

تھا لشکرِ کفار پر دریائے آہن کا گماں
آیا نظر اعدا کو جب غازی کا روئے ضوفشاں
ڈھالوں کی بدلی چھا گئی بڑھنے لگے کالے نشاں
نیزے اٹھے تیغیں کھنچیں ناوک چلے کڑکی کماں
جھنڈے سپاہِ شام کے ہر سمت لہرانے لگے
سوئے علمدارِ جری تیرِ ستم آنے لگے

(۵۳)

دیکھا کہ بحرِ فوج میں پہلا ہی سا ہے جزر ومد
پھر لشکرِ کفار نے میدان میں کھینچی ہے سد
عباسؑ نے نعرہ کیا یا حیدرِؑ صفدر مدد
دل ہل گئے کانپا فلک لرزی زمیں گرجا اسد
نعرے ہژبرِ دین کے افلاک تک جانے لگے
بھگدر سے لشکر کے پرے آپس میں ٹکرانے لگے

(۵۴)

اعدا کے سر پر پھر بلا شمشیر کی لائی گئی
پھر آگ بھڑکی جنگ کی پھر تیغ گرمائی گئی
تھی رہگذر فوجِ ستم تلوار اٹھی آئی گئی
جنگ جمل کی دہر میں تاریخ دُھرائی گئی
سر تیز دُہری ہو گئی سربار دُہری ہو گئی
ایسا لڑا ضرغامِ دیں تلوار دُہری ہو گئی

(۵۵)

حملے جری کرتا رہا ہر دم مثالِ شیرِ نر
پہنچا اِدھر لپکا اُدھر پلٹا اِدھر جھپٹا اُدھر
غازی کے تیور الاماں غازی کی چتون الحذر
کشتے پڑے تھے سیکڑوں جاتی تھی جس حد تک نظر
تیغِ جلالت کی تڑپ ہر بار بجلی بن گئی
رہوار ابرِ تر بنا تلوار بجلی بن گئی

(۵۶)

لڑتا رہا شیرِ ژیاں تولے ہوئے تلوار کو
بے دم کیا ہر تیغ کو یوں رد کیا ہر وار کو
دیکھا اِدھر آتے ہوئے جب تیروں کی بوچھار کو
بڑھ کر زبانِ تیغ نے کاٹا لبِ سوفار کو
جتنے قدر انداز تھے مبہوت وہ ہو ہو گئے
تلوار ماری جانچ کر تیرِ ستم دو ہو گئے

(۵۷)

قبضے پہ تیغِ تیز کے دُرِّ وفا جڑتا رہا
رایت عروجِ دین کا ہر وار میں گڑتا رہا
بپھرا ہوا تھا شیرِ حق جی کھول کر لڑتا رہا
تا دور خوں اُچھلا کیا تا دیر رن پڑتا رہا
وقفِ تحیر دیدۂ مریخِ گردوں تاب تھا
روئے زمیں پر ہر طرف بس خون کا سیلاب تھا

(۵۸)

آ گے دمِ شمشیر کے دم کس میں جو دم بھر تھمے
رنگ وغا و جرأت و نورِ وفا رن میں جمے
نعروں میں تھے ڈوبے ہوئے شیرِ خدا کے ہمہمے
عالم زرویش جنّتے جنّت زنورش عالمے
ان کی ولا میں غرق تھا گردوں پہ بحرِ نور تک
ماہِ بنی ہاشم کی ضو پھیلی ہوئی تھی دور تک

(۵۹)

بیٹھا ہوا تھا ہر طرف تیغِ شجاعت کا عمل
نکلا کئے بھاگا کئے لشکر کے دم فوجوں کے دَل
اجلال کی تصویر تھا غازی دمِ جنگ و جدل
تیور کڑے، ماتھے پہ چیں، گیسو میں خم، ابرو پہ بل
چشمِ غضب میں وسعتِ عالم سمٹ کر رہ گئی
ڈالی نگاہِ غیظ جب دنیا الٹ کر رہ گئی

(۶۰)

پہروں وفا کردار کا اس نہر پر قبضہ رہا
تا دیر فوجِ شام سے غازی یوں ہی لڑتا رہا
لشکر میں اک ہلچل رہی محشر سا اک برپا رہا
غیظِ مجاہد خون کا پیاسا لبِ دریا رہا
دریا کے پہرہ دار تھے حکمِ قضا سے ہر طرف
عباسؑ کی تلوار کا سکہ جما تھا ہر طرف

(۶۱)

تھا ابنِ حیدرؑ بیچ میں اور چار سو فوجِ عدو
پایاب بحرِ عمر تھے دریائے خوں تھا تا گلو
رنگیں زمیں ساحل کی تھی گل رنگ سطحِ آبِ جو
کہنی سے اس سیاف کے پیہم ٹپکتا تھا لہو
دشتِ ستم میں قلزمِ افواج چڑھتا ہی گیا
خیمہ کی جانب بازوئے شبیرؑ بڑھتا ہی گیا

(۶۲)

تھا نخل کے پیچھے نہاں زید بنِ ورقائے شقی
اس کا معاون ساتھ تھا ابن طفیل سنبسی
جب لڑتے لڑتے اس جگہ پہنچا علمدارِ جری
دستِ یمیں کٹ کر گرا شمشیرِ ظالم پڑ گئی
رہتے نہ دنیا میں اگر کرتے اشارا شیر کو
یہ بھی دلیری تھی کوئی دھوکے سے مارا شیر کو

(۶۳)

آباد اس کے دم سے تھیں مہر و وفا کی بستیاں

لی تیغ بائیں ہاتھ میں اللہ ری چابک دستیاں

نشہ ربائے کبر تھیں تلوار کی سرمستیاں

وقفِ فنا تھے اہلِ کیں صرفِ عدم تھیں ہستیاں

کیا تاب تھی اشرار کی جو بچ کے جائیں ہاتھ سے

کتنے لعینوں کو کیا فی النار بائیں ہاتھ سے

(۶۴)

ناگاہ بادِ تند سے بائیں طرف پرچم اُڑا

لشکر جو دستِ چپ پہ تھا آنکھوں سے وہ اوجھل ہوا

دشمن کو اتنی دیر میں حملے کا موقع مل گیا

تلوار ماری دستِ چپ بھی ہو گیا تن سے جدا

بحرِ الم میں تھا امیدوں کا سفینہ دانت میں

غازی نے فوراً داب لی مشکِ سکینہؑ دانت میں

(۶۵)

دل میں ذرا سا بھی نہ تھا ہاتھوں کے کٹ جانے کا غم

باہر نہ قابو سے ہوئی ہمراہیِ مشک و علم

جرأت نے بوسے لے لئے اجلال نے چومے قدم

دانتوں میں تھے عباسؑ کے مشکیزہ و تیغِ دودم

ہونٹوں سے قبضہ تیغ کا وہ صف شکن چوما کیا

جب تک رہا رہوار پر زخمی اسد جھوما کیا

(۶۶)

روکے ہوئے تھے فوج کو ضرغامِ دیں کے دبدبے

ہمت کسی میں بھی نہ تھی لشکر سے جو آگے بڑھے

کڑکیں کمانیں ظلم کی اور دور سے ناوک چلے

بازو نہ تھے تو رہ گئے دل ہی کے دل میں حوصلے

مجبور بالکل بازوئے شاہِؑ مدینہ ہو گیا

تیروں کا مینھ پڑنے لگا غربال سینہ ہو گیا

(۶۷)

عاشقِ شہِؑ کونین کا تیرِ ستم کھانے لگا

گرزِ گراں پڑنے لگے تیغِ دو دم کھانے لگا

بے دست ہو کر صف شکن لڑنے کا غم کھانے لگا

تیورا کے بے قابو ہوا جھونکے علم کھانے لگا

مشکِ سکینہؑ چھد گئی جتنا تھا پانی بہہ گیا

ابنِ ید اللہ جری گھوڑے سے گر کر رہ گیا

(۶۸)

تیروں سے چھلنی تھا اسد زخموں سے غازی چور تھا

مخفی نقابِ خاک و خوں میں چہرۂ پُرنور تھا

دل میں غمِ شبیرؑ سے ہر زخم اک ناصور تھا

جس کو پکارا مرتے دم وہ قتل گہہ سے دور تھا

قربِ جری کوئی نہ تھا جینے سے بالکل یاس تھی

ٹوٹے ہوئے دل کی طرح مشکِ سکینہؑ پاس تھی

(۶۹)

ٹھنڈا لبِ ساحل علم قرآں کی صورت ہو گیا

غازی گرا گھوڑے سے جب تو شاہِ دیںؑ کو دی صدا

مولا مرے! جلد آیئے میں آپ پر قرباں ہوا

پیاسی سکینہؑ سے خجل ہے مرتے دم یہ با وفا

ہیں سیکڑوں رنج و الم پیدا مرے جی کے لئے

پانی نہ میں پہنچا سکا اپنی بھتیجی کے لئے

(۷۰)

سن کر صدا عباسؑ کی دوڑے شہِؑ جن و بشر

تلوار لے کر ہاتھ میں جھپٹے مثالِ شیرِ نر

اندھیر عالم ہو گیا آتا نہ تھا کچھ بھی نظر

فرماتے تھے ہر ہر قدم اَلْآنَ ظَهْرِی انْكَسَرَ

بہرِ سکونِ قلب ہم شکلِ پیمبرؐ ساتھ تھے

ٹوٹی کمر، دل تھا قوی کچھ کچھ کہ اکبرؑ ساتھ تھے

(۷۱)

سرؔور کو آتے دیکھ کر میدان سے بھاگے لعیں
بھائی کے غم میں چیخ کر روئے شہِؑ دنیا و دیں
گریاں تھے شاہؑ کربلا اور ہنس رہی تھی فوجِ کیں
پہنچا سرہانے لاش کے فرزندِ ختم المرسلینؐ
یہ صدمۂ جانکاہ بہرِ ابنِ زہراؑ کم نہ تھا
اس وقت پہنچے شاہؑ جب اس باوفا میں دم نہ تھا

(۷۲)

یاد آئی بھائی کی وفا بیتاب سرؔور ہوگئے
ٹوٹی کمر تھامے ہوئے شاہِؑ ہدیٰ روتے رہے
اکبرؑ علم عباسؑ کا لے کر سوئے خیمہ چلے
صد پارہ تھا جسمِ جری مشکل تھا جو لاشہ اُٹھے
زخمی جسد پر سیکڑوں نقشِ قدم توسن کے تھے
خیمہ میں لیجاتے کسے ٹکڑے ہزاروں تن کے تھے

(۷۳)

پہنچے خیامِ شاہؑ تک اکبرؑ علم کو لے کے جب
دیکھا کھڑی ہے منتظر پیاسی سکینہؑ جاں بلب
سیدانیاں بھی جمع ہیں خیمہ کے در پر سب کی سب
بچی کی صورت دیکھ کر رویا شہنشاہِؑ عرب
لب خشک چہرہ پیاس کی تکلیف سے اترا ہوا
رونے سے آنکھوں پر ورم اور غم سے دل ڈوبا ہوا

(۷۴)

اکبرؑ سے یہ کہنے لگی کب تک مجھے تڑپائیں گے
فرما گئے تھے "جلد ہی دریا سے پانی لائیں گے"
"بی بی کو بے پانی کے اب ہرگز نہ منھ دکھلائیں گے"
بھیّا علم تو آگیا آخر چچا کب آئیں گے
سوکھے ہوئے ہیں میرے لب گرمی میں مارے پیاس کے
اس دھوپ میں ایذا سہی قربان میں عباسؑ کے

(۷۵)

میرے لئے اس دھوپ میں مشک و علم لے کر گئے
مجھ کو لگا کر سینہ سے عمو سوئے لشکر گئے
سنتی ہوں اعدا سے لڑے اور لڑ کے دریا پر گئے
میرے لئے پانی بھرا جب نہر کے اندر گئے
تاخیر کیوں اتنی ہوئی یہ راز اب کھلتا نہیں
اب تک نہ آئے کیوں چچا اس کا سبب کھلتا نہیں

(۷۶)

سن کر سکینہؑ کا بیاں روئے شہیدؑ کربلا
لپٹا کے اس بے تاب کو اپنے کلیجہ سے کہا
کس کے لئے ہو منتظر بی بی نہ آئیں گے چچا
روؤ نہ یوں سر پیٹ کر دے صبر تم کو کبریا
عمو تمہارا چل بسا بھائی ہمارا مر گیا
پانی کی خاطر نہر سے سقا سوئے کوثر گیا

(۷۷)

بی بی کنارے نہر کے شیرِ ژیاں مارا گیا
تھی جس کے باعث قلب میں تاب و تواں مارا گیا
میرا علمدارِ جری میرا جواں مارا گیا
جس سے مرے لشکر کا تھا نام و نشاں مارا گیا
ناصر نہیں یاور نہیں غم خوارِ تنہائی نہیں
جس پر بھروسا تھا مجھے افسوس وہ بھائی نہیں

(۷۸)

رونا ہے بی بی کو ابھی غربت میں اکبرؑ کے لئے
ننھے مجاہد کے لئے ششماہہ اصغرؑ کے لئے
سبطِ پیمبرؐ کے لئے بانو کی چادر کے لئے
خلخالِ کبریٰ کے لئے اور اپنے گوہر کے لئے
خیمے جلائے جائیں گے پھر بھی نہ کینے جائیں گے
کانوں میں جو پہنے ہو تم موتی یہ چھینے جائیں گے

(بقیہ صفحہ ۵۴/ پر۔۔۔۔)

(۷)

یہاں تلک تھا یہ مخفی کہ حُرِ عالی جاہ
یہ جانتا تھا کہ دعوت میں آرہے ہیں شاہ
اسی خیال میں تھا حُر جو روک لی تھی راہ
وگرنہ حُر سے نہ ہوتا یہ مطلبِ جانکاہ
یہ بات وہ تھی گوارہ نہ جو کبھی کرتا
کیا جو بعد میں پہلے سے حُر وہی کرتا

(۸)

تھا راز اتنا کہ ابنِ زیادِ بد انجام
پسر سے سعد کے تصریح سے نہ لے سکا نام
دیا قبالۂ رے پہلے پھر کئے ہیں کلام
کہ ملک رَے ہے فقط اتنی بات کا انعام
شہید لختِ دلِ سید البشرؑ ہو جائے
تری حکومت رَے ہے یہ بات اگر ہو جائے

(۹)

ادھر سیاستِ شبیرؑ کا یہ منشا تھا
کہ بے نقاب ہو اک ظلم و جور کی دنیا
طِلا کے ڈھیر میں چھپنے نہ پائیں اہلِ جفا
انہیں کے مال سے پیشانیوں کو داغ دیا
قسیمِ نار و جناں کا حسینؑ بیٹا تھا
جہاں سے جنت و دوزخ کو بانٹ کر اٹھا

(۱۰)

جو جانتے نہ تھے ان کو بروزِ عاشورا
وہ سب ہے خطبے میں جس جس طرح سے سمجھایا
اَنَا ابْنُ مَقْصَدِ طٰهٰ اَنَا ابْنُ كَهْفِ وَرَىٰ
ہے ٹیس سینۂ مومن میں آج تک یہ صدا
جو پیاس کے نہیں قائل وہ یہ صدا سُن لیں
سنیں تو اُقْتُلُوا عَطْشَانَ کی ندا سُن لیں

(۱۱)

اِدھر مآل کے حجاج منتظر تھے اُدھر
دہم کو ذبح ہوا جب نبیؐ کا لختِ جگر
ملک فلک پہ تھے گریاں زمیں پہ جن و بشر
ندیمِ وحی نے اپنی زباں سے دی یہ خبر
بلند مرتبہ شاہے ز صدرِ زیں افتاد
اگر غلط نکنم عرش بر زمیں افتاد

(۱۲)

عجب طرح کا جو یہ واقعہ تھا حسرت ناک
نہ چھپ سکی خبرِ ابنِ سیدِ لولاک
الم سے قدسیوں کے ہو گئے کلیجے چاک
کہ آسمان پہ پہنچی تھی جبر و ظلم کی خاک
نہ چھپ سکا کہ دلوں میں غضب کی ہلچل تھی
یزیدیت کے لئے یہ شکستِ اوّل تھی

❁❁❁

صفحہ ۵۲ کا بقیہ۔۔۔۔

(۷۹)

موقع تعجب کا نہیں اس گردشِ افلاک پر
روئے گا عالم مدتوں افسانۂ غمناک پر
ہوں گے ستم بعدِ ستم میرے دلِ صد چاک پر
سوتی ہو سینہ پر مرے لیٹو گی بی بی خاک پر
رخ پر طمانچوں کے نشاں اور زخم دونوں کان میں
ہوگی کلائی میں رسن جاؤ گی جب زندان میں

❁❁❁